سردار شیر محمد مری

سردار شیر محمد مری بھی بلوچستان کی مسلح جدوجہد کی تاریخ میں ایک اہم نام ہے، بلوچستان کی آزادی کیلئے ان کی بڑی خدمات اور جدوجہد رہی ہیں۔ سردار شیر محمد مری بلوچستان کے علاقے کوہلو میں پیدا ہوئے۔ انہیں ’’بابو شیرو‘‘ ’’جنرل شیروف‘‘ اور ’’بلوچ ٹائیگر‘‘ کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔

سردار شیر محمد مری فراری تحریک کے ابتدائی رہنماؤں میں شمار کئے جاتے ہیں جو کہ بعد میں BLA بلوچ لبریشن آرمی کے قیام کی بنیاد بنی۔ وہ بلوچ قوم پرست ہونے کے ساتھ ساتھ بائیں بازو کے نظریات رکھتے تھے اور اپنے سیاسی نظریات کی وجہ سے ان کا اکثر روس آنا جانا رہتا تھا۔ شیر محمد مری پہلے بلوچ لیڈر ہیں جنہوں نے مسلح مزاحمت میں گوریلا جنگ کے جدید طریقے اختیار کئے۔ شیر محمد مری کی جانب سے یہ مسلح مزاحمت 1967ء کے عام معافی کے اعلان تک جاری رہی۔ 1973ء میں شیر محمد مری کو ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت کے خلاف جدوجہد کرنے پر گرفتار کیا گیا، انہیں چند سالوں کے بعد رہا کر دیا گیا۔ رہائی کے بعد انہوں نے پاکستان چھوڑ کر جلا وطنی اختیار کی اور افغانستان چلے گئے۔ افغانستان میں کمیونسٹ حکومت کے خاتمے کے بعد شیر محمد مری تھوڑے عرصے کیلئے پاکستان آئے اور انہوں نے بلوچ قومی تحریک بی این ایم کی بنیاد رکھی۔ شیر محمد مری 11 مئی 1993ء کو علالت کے باعث اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

نواب خیر بخش مری

بلوچستان کی آزادی کی جدوجہداورمزاحمتی تحریک کی تاریخ نواب خیر بخش مری کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتی۔ وہ بلوچستان کے حقوق کی جدوجہد کا ایک بڑا نام ہیں۔ انہوں نے اپنی پوری زندگی چھوٹی قوموں خصوصاً بلوچ قوم کے حقوق کی جدوجہد میں گزاری۔ نواب خیر بخش مری، مری قبیلے کے سرداراوراعلیٰ تعلیم یافتہ تھے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم کوہلو سے حاصل کی جس کے بعد انہوں نے ایچی سن کالج لاہور سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ وہ بائیں بازو کی بلوچ تحریک سے وابستہ تھے۔ 1973ء میں ملک پر پیپلز پارٹی کی حکومت تھی اور ذوالفقار علی بھٹو وزیراعظم تھے۔ بھٹو نے بلوچستان اور صوبہ سرحد کی صوبائی حکومتیں برطرف کردیں اور ان صوبوں میں مارشل لاء نافذ کرکے ایک بار پھر بلوچستان میں فوجی آپریشن شروع کردیا۔ محروم قوموں کے حقوق کی آواز کو کچلنے کیلئے بھٹو نے ہمیشہ فوج کا ساتھ دیا۔ بھٹو نے سابقہ مشرقی پاکستان میں بھی فوج کے ساتھ ملکر بنگالیوں کو کچلا، اقتدار ان بنگالیوں کے حوالے کرنے کے بجائے ان کے خلاف فوجی آپریشن کیا۔ مشرقی پاکستان کے الگ ہونے کے بعد بھی بھٹو نے یہی پالیسی اپنائے رکھی اورفوج کے ساتھ ملکر یہی کچھ عمل بلوچستان اورصوبہ سرحد میں اپنایا۔ بھٹو نے بلوچستان میں آپریشن کیلئے جنرل ٹکا خان کو تعینات کیا۔ یہ جنرل ٹکا خان وہی ہے جس نے 1971ء میں سابقہ مشرقی پاکستان میں بنگالیوں کا قتل عام کیا تھا اور کہا تھا ''مجھے بنگالی عوام نہیں یہاں کی زمین چاہیے''، اسی جنرل ٹکا خان نے جنرل ایوب خان کے زمانے میں 1958ء میں بلوچستان میں آپریشن

کی سربراہی کی تھی۔بھٹو نے 1973ء میں بلوچستان میں آپریشن کے لئے اسی ظالم جنرل ٹکا خان کو تعینات کر کے بلوچوں پر ریاستی مظالم ڈھائے۔

بھٹو حکومت کی جانب سے شروع کئے گئے فوجی آپریشن کے خلاف مری قبائل کی جانب سے بڑے پیمانے پر گوریلا جنگ شروع ہوگئی۔نواب خیر بخش مری نے دیگر بلوچ رہنماؤں کے ساتھ ملکر بلوچ لبریشن آرمی کی بنیاد رکھی اور بلوچستان کی آزادی کیلئے مسلح جدوجہد شروع کردی۔فوجی آپریشن کے دوران نواب خیر بخش مری کو گرفتار کر کے قید کر دیا گیا۔رہائی کے بعد نواب خیر بخش مری پاکستان چھوڑ کر افغانستان چلے گئے اور کئی سال وہیں جلاوطنی کی زندگی گزاری۔ افغانستان میں کمیونسٹ حکومت کے خاتمے کے بعد وہ پاکستان واپس آگئے۔کافی عرصہ علیل رہنے کے بعد وہ 2014ء میں انتقال کر گئے۔وہ زندگی کے آخری وقت تک بلوچستان کی آزادی کے داعی رہے۔

میر غوث بخش بزنجو

میر غوث بخش بزنجو 1917ء میں بلوچستان کے علاقے خضدار میں پیدا ہوئے۔انہوں نے ابتدائی تعلیم کوئٹہ اور سندھ مدرستہ الاسلام کراچی میں حاصل کی۔جس کے بعد وہ علی گڑھ چلے گئے اور اعلیٰ تعلیم علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے حاصل کی۔وہ 1938ء میں علی گڑھ سے واپس آئے اور کراچی میں قائم بلوچ دانشوروں کی تنظیم ’’بلوچ لیگ‘‘ سے وابستہ ہوگئے۔ 1939ء میں انہوں نے قلات اسٹیٹ نیشنل پارٹی (KSNP) کے مستونگ کنونشن میں بلوچ لیگ کی نمائندگی کی۔1941ء میں میر غوث بخش بزنجو نے قلات

اسٹیٹ نیشنل پارٹی میں شمولیت اختیار کر لی۔

15 اگست 1947ء کو ریاست قلات نے اپنی آزادی کا اعلان کر دیا۔ 12 دسمبر 1947ء کو ریاست قلات کی پارلیمنٹ کا پہلا اجلاس ہوا۔ اجلاس میں ریاست قلات کے پاکستان کے ساتھ الحاق کا معاملہ زیر بحث آیا تو میر غوث بخش بزنجو نے اپنے خطاب میں ریاست قلات کے پاکستان کے ساتھ الحاق کی تجویز کی سخت مخالفت کی۔

قلات پارلیمنٹ سے اپنے تاریخی خطاب میں میر غوث بخش بزنجو نے کہا،

’’ہم کبھی ہندوستان کا حصہ نہیں تھے، قلات جو کہ بلوچستان کہلاتا تھا، وہ بلوچوں کا قومی وطن ہے، پاکستان کا یہ مطالبہ کہ قلات پاکستان کے ساتھ شامل ہو جائے قطعی طور پر نا قابل قبول ہے، ہمارے خان (خان آف قلات) نے مسلمان ہونے کے ناطے مسلم لیگ کی بہت مدد کی، خان کی قیادت میں قلات کے بہت سے لوگوں نے مسلم لیگ کی کامیابی میں ہر طرح سے تعاون کیا لیکن اس کے بدلے میں پاکستان ہمیں کیا دے رہا ہے؟ پاکستان ہمیں ہمارے لیز قبائل تک واپس کرنا نہیں چاہتا جو قلات کا حصہ ہیں، ہم انہیں غلامی میں دیکھنا نہیں چاہتے، پاکستان ان کے بارے میں بات تک کرنے کیلئے تیار نہیں ہے، ان کی شرط یہ ہے کہ جب تک بلوچ حکمراں سر جھکا کر ان کے پاس نہیں جائیں گے وہ بات نہیں کریں گے، ہم باعزت طریقے سے دوستی کرنے کے لئے تیار ہیں لیکن بے عزتی کے ساتھ نہیں۔ ہم پاکستان کے جغرافیہ میں شامل ہونے کے لئے تیار نہیں ہیں، ہم ایران اور افغانستان کی طرح الگ ثقافت رکھتے ہیں، اگر ہمیں صرف اس بنیاد پر پاکستان کے ساتھ الحاق کرنا ہے کہ ہم مسلمان ہیں تو پھر اس بنیاد پر ایران اور افغانستان کو بھی پاکستان کے ساتھ الحاق کر لینا چاہیے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم بلوچ اس

ایٹمی دور میں اپنا دفاع نہیں کر سکتے ، اگر ایسا ہے تو کیا ایران ، افغانستان حتیٰ کہ کیا پاکستان سپر پاورز سے اپنا دفاع کر سکتا ہے؟ اگر ہم نہیں کر سکتے تو پھر دوسرے بھی نہیں کر سکتے ۔ ہم سے ڈیڑھ کروڑ بلوچوں کے ڈیتھ وارنٹ پر دستخط کرنے کیلئے کہا جا رہا ہے، ہم اس سب سے بڑے جرم میں مجرم بننا نہیں چاہتے ، ہمارے پاس پیسہ نہیں ہے تو کیا ہوا، ہمارے پاس معدنی ذخائر ہیں، قدرتی بندرگاہ ہے، ہمارے پاس آمدنی کے بہت سے ذرائع ہیں، لہٰذا ہمیں سرمایہ کی مجبوری کے نام پر غلام بنانے کی کوشش نہ کی جائے ، اگر پاکستان ایک آزاد قوم کی حیثیت سے ہم سے معاہدہ کرنا چاہتا ہے تو ہمیں دوستی کا ہاتھ بڑھانا چاہیے ''۔

14 جولائی 1955 ء کو میر غوث بخش بزنجو، پرنس عبدالکریم ، میر گل خان نصیر، محمد حسین عنقا اور قادر بخش نظامانی نے سیاسی جدوجہد کیلئے '' استھ مان گل '' یعنی پیپلز پارٹی قائم کی ۔ جب 14 اکتوبر 1955 ء کو اس وقت کی اسٹیبلشمنٹ کے فیصلے کے تحت مغربی پاکستان کے تمام صوبوں اور ریاستوں کو ملا کر ون یونٹ بنایا گیا تو بلوچ لیڈروں نے اس فیصلے کی کھل کر شدید مخالفت کی ۔عوامی حقوق کیلئے جدوجہد کا دائرہ ملک گیر سطح پر بڑھانے کے لئے 1956 ء میں '' پاکستان نیشنل پارٹی '' قائم کی گئی ۔ پاکستان نیشنل پارٹی دراصل قوم پرست ، سوشلسٹ اور کمیونسٹ نظریات کی حامل سیاسی جماعتوں کا ایک اشتراک تھا جس میں بلوچ رہنماؤں کی جماعت '' استھ مان گل ''صوبہ سرحد سے '' خدائی خدمت گار تحریک '' ، پنجاب سے '' آزاد پاکستان پارٹی '' ، سندھ سے '' سندھ محاذ '' اور '' سندھ ہاری کمیٹی '' شامل تھیں ۔ 1957 ء میں '' پاکستان نیشنل پارٹی '' آگے چل کر '' نیشنل عوامی پارٹی '' (نیپ) میں تبدیل ہوگئی ۔

1958 ء میں جنرل ایوب خان نے پاکستان پر مارشل لاء نافذ کیا تو ون یونٹ

کے قیام کی مخالفت کرنے پر میر غوث بخش بزنجو، میر گل خان نصیر اور فیض محمد یوسف زئی کو گرفتار کرلیا گیا۔ انہیں کوئٹہ کینٹ کے علاقے میں واقع ''قلی کیمپ'' میں قید کردیا گیا جو ایک بدنام زمانہ فوجی ٹارچر کیمپ تھا۔ انہیں وہاں قید کرکے تشدد کیا گیا۔ ان کی رہائی کافی عرصہ بعد عمل میں آئی۔ 7 دسمبر 1970ء کو پاکستان میں عام انتخابات ہوئے تو نیشنل عوامی پارٹی یعنی ''نیپ'' بلوچستان اور صوبہ سرحد میں کامیابی حاصل کرکے دونوں صوبوں میں اکثریتی جماعت بن کر ابھری۔ میر غوث بخش بزنجو بلوچستان کے گورنر کے منصب پر فائز ہوئے جبکہ سردار عطاء اللہ مینگل بلوچستان کے پہلے منتخب وزیر اعلیٰ مقرر ہوئے۔

جنرل یحییٰ خان کی فوجی حکومت کے دور میں 16 دسمبر 1971ء کو پاکستان دولخت ہوگیا، سابقہ مشرقی پاکستان علیحدہ ہوکر ایک آزاد ملک کی حیثیت سے بنگلہ دیش بن گیا۔ باقیماندہ پاکستان 1972ء تک مارشل لاء کے ایل ایف او یعنی لیگل فریم ورک آرڈر کے تحت چلتا رہا۔ اس وقت ذوالفقار علی بھٹو سویلین مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی حیثیت سے ملک پر حکمران تھا۔ ایل ایف او ختم ہوا تو ذوالفقار علی بھٹو پاکستان کے وزیر اعظم مقرر ہوئے۔ 1973ء میں ملک کے پہلے آئین کی تشکیل کیلئے تمام سیاسی جماعتوں کے نمائندوں پر مشتمل 25 رکنی کمیٹی قائم کی گئی تو میر غوث بخش بزنجو نے اس کمیٹی میں نیپ کی نمائندگی کی۔

1973ء میں ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت نے فوج کے تیار کردہ ایک منصوبہ کے تحت ملک کے خلاف سازش کا الزام لگا کر صوبہ سرحد اور بلوچستان میں نیپ کی صوبائی حکومتوں کو برطرف کردیا اور وہاں صدر راج نافذ کردیا۔ اس پر میر غوث بخش بزنجو جو اس وقت بلوچستان کے گورنر تھے، انہوں نے احتجاجاً اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیا۔

بعدازاں غوث بخش بزنجو، وزیراعلیٰ بلوچستان سردار عطاء اللہ مینگل ، میر گل نصیر خان، نواب خیر بخش مری، غوث بخش بزنجو کے بیٹے بزن بزنجو، نیپ کے رہنما خان عبدالولی خان ، خان امیرزادہ خان ، سید محمد کشور گردیزی ،حبیب جالب اور دیگر رہنماؤں کو گرفتار کرلیا گیا۔ بھٹو حکومت کی جانب سے ایک کمیشن بھی قائم کیا گیا جسے ''حیدرآباد ٹریبونل'' کا نام دیا گیا۔ اس ٹریبونل میں ان تمام رہنماؤں پر غداری کا مقدمہ چلایا گیا۔ یہ مقدمہ چار سال تک چلتا رہا، اس دوران تمام رہنماؤں کو جیلوں میں قید رکھا گیا۔ جولائی 1977ء میں آرمی چیف جنرل ضیاء الحق نے ملک میں مارشل لاء نافذ کر کے بھٹو حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ بھٹو حکومت کے خاتمہ کے بعد مارشل لا حکومت نے حیدرآباد ٹریبونل کو ختم کر کے ان تمام رہنماؤں کو رہا کر دیا۔ رہائی کے بعد میر غوث بخش بزنجو، سردار عطاء اللہ مینگل، میر گل خان نصیر نے سردار شیر باز خان مزاری کی نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی میں شمولیت اختیار کر لی ۔ بعد میں بعض معاملات پر پارٹی قیادت سے اختلافات کے بعد غوث بخش بزنجو نے اپنی جماعت پاکستان نیشنل پارٹی قائم کی اور اس کے پلیٹ فارم سے اپنی سیاسی جدوجہد جاری رکھی ۔ میر غوث بخش بزنجو 11 اگست 1989ء کو انتقال کر گئے ۔ اپنی جمہوری جدوجہد کی وجہ سے بلوچستان کے عوام خصوصاً بلوچ قوم پرستوں میں غوث بخش بزنجو کا بڑا احترام پایا جاتا ہے۔

سردار عطاء اللہ خان مینگل

سردار عطاء اللہ مینگل ، بلوچستان کے مینگل قبیلے کے سردار ہیں۔ انہوں نے 1958ء میں مری قبیلے کے سربراہ نواب خیر بخش مری کے ساتھ نیشنل عوامی پارٹی (نیپ) میں شمولیت اختیار کی ۔ ان دنوں ممتاز بلوچ رہنما میر غوث بخش بزنجو اور گل خان نصیر بھی نیپ میں شامل تھے ۔اس وقت ملک پر جنرل ایوب خان کا مارشل لاء نافذ تھا۔ جنرل ایوب خان کے بعد جنرل یحییٰ خان نے ملک کا اقتدار سنبھالا ۔ جنرل یحییٰ کی مارشل لاحکومت نے 1970ء میں جنرل الیکشن کرائے جس میں نیپ نے بلوچستان اور صوبہ سرحد(موجودہ صوبہ خیبر پختونخوا) میں بھاری اکثریت سے کامیابی حاصل کی ۔یکم مئی 1972ء کوملک سے مارشل لاء کا خاتمہ ہوا جس کے بعد بلوچستان اور صوبہ سرحد میں نیپ کی حکومتیں قائم ہوئیں۔ سردار عطاء اللہ مینگل بلوچستان کے پہلے وزیر اعلیٰ منتخب ہوئے ۔ اس وقت ذوالفقار علی بھٹو ملک کے وزیر اعظم تھے ۔فروری 1973ء میں بھٹو حکومت نے ملک کے خلاف سازش کا الزام لگا کر بلوچستان کی منتخب حکومت کو برطرف کر دیا اور صدر راج نافذ کر دیا۔ سردار عطاء اللہ مینگل، میر غوث بخش بزنجو، نواب خیر بخش مری، میر گل خان نصیر، بلوچستان کی ریز رو پولیس کے سربراہ سلطان محمد خان اور دیگر رہنماؤں کو گرفتار کر لیا گیا۔ بھٹو حکومت نے حیدر آباد ٹریبیونل قائم کر کے تمام رہنماؤں پر غداری کا مقدمہ چلایا۔ جولائی 1977ء میں جنرل ضیاء الحق نے فوجی مداخلت کر کے بھٹو حکومت کا خاتمہ کر دیا اور ملک پر مارشل لا نافذ کر دیا۔ بھٹو حکومت ختم ہوئی تو حیدر آباد ٹریبونل بھی

ختم کر دیا گیا اور سردار عطاء اللہ مینگل سمیت تمام گرفتار شدہ سیاسی رہنماؤں کو رہا کر دیا گیا۔ رہائی کے بعد سردار عطاء اللہ مینگل نے سردار شیر باز مزاری کی نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی میں شمولیت اختیار کر لی لیکن فوجی حکومت کے خلاف مزاحمت اور دیگر پالیسی معاملات پر اختلافات کے باعث سردار عطاءاللہ مینگل نے این ڈی پی سے علیحدگی اختیار کر لی اور برطانیہ میں جلاوطنی اختیار کر لی۔

لندن میں جلاوطنی کے دوران انہوں نے بلوچستان کے حقوق اور پنجابی اسٹیبلشمنٹ کے تسلط سے نجات کیلئے مختلف سیاسی رہنماؤں سے رابطوں کا سلسلہ جاری رکھا۔ لندن میں ہی ان کی ممتاز علی بھٹو، حفیظ پیرزادہ اور پشتون رہنما افضل خان بنگش سے ملاقاتیں ہوئیں۔ سردار عطاء اللہ مینگل نے مذکورہ رہنماؤں سے طویل مشاورت کے بعد 31 مارچ 1985ء کو ''سندھی بلوچ پشتون فرنٹ'' نامی جماعت قائم کی جس کا مقصد پاکستان میں فوج کی حکمرانی سے نجات حاصل کرنا اور طاقتور فیڈریشن کے بجائے ''کنفیڈریشن'' کا نظام قائم کرنا تھا۔ وہ 12 سالہ جلاوطنی ختم کر کے 1995ء میں پاکستان واپس آئے اور ایک بار پھر عملی سیاست میں حصہ لیتے ہوئے بلوچستان کے حقوق کیلئے اپنی جماعت ''بلوچستان نیشنل پارٹی'' قائم کی۔ ان کی جماعت نے 1997ء کے انتخابات میں بلوچستان اسمبلی میں اکثریت حاصل کی اور بلوچستان میں مخلوط حکومت قائم کی۔ ان کے بیٹے اختر مینگل بلوچستان کے وزیرِ اعلیٰ منتخب ہوئے۔ لیکن ان کی حکومت کو بھی زیادہ عرصہ چلنے نہیں دیا گیا اور نواز شریف کی وفاقی حکومت نے سازش کے تحت اختر مینگل کی حکومت کا خاتمہ کر کے وہاں اپنی حکومت قائم کر دی۔ بلوچستان حکومت کے خاتمہ پر سردار عطاء اللہ مینگل نے بلوچوں اور دیگر مظلوم قوموں کے حقوق اور صوبائی خودمختاری

کے حصول کیلئے پشتون اور سندھی رہنماؤں کو ساتھ ملا کر ایک الائنس تشکیل دیا جس کا نام ''پونم''

Peoples of Oppressed Nations Alliance Movement (PONAM) رکھا گیا۔

جب 12 اکتوبر 1999ء کو جنرل پرویز مشرف نے میاں نواز شریف کی حکومت کا خاتمہ کر کے ملک میں مارشل لاء نافذ کیا تو سردار عطاء اللہ مینگل ایک بار پھر برطانیہ چلے گئے اور ملک سے فوجی حکومت کے خاتمے، بلوچوں اور دیگر مظلوم قوموں کے حقوق اور صوبائی خودمختاری کے حصول کے لئے اپنی جدوجہد جاری رکھی۔ لندن میں قیام کے دوران ان کی مجھ سے ملاقاتیں ہوئیں۔سردار عطاء اللہ مینگل، پشتون رہنما محمود خان اچکزئی اور میری کئی ملاقاتیں ہوئیں اور ملک کی محروم قوموں کے حقوق کے حصول کے لئے مشترکہ جدوجہد پر اتفاق ہوا۔اس سلسلے میں ستمبر 2000ء میں لندن میں ایم کیو ایم کے زیراہتمام مشترکہ تاریخی اجتماع بھی منعقد ہوا جس میں 1940ء کی قرارداد کے تحت بلوچستان، سندھ اور پختونخوا کی خودمختاری اور مساوی حقوق اور صوبوں کے وسائل پر صوبوں کا حق تسلیم کئے جانے کا مطالبہ کیا گیا۔

عطاءاللہ مینگل کے بیٹے اسد مینگل کا ماورائے عدالت قتل

بھٹو دورِحکومت میں جب سردار عطاء اللہ مینگل اور دیگر بلوچ رہنما حیدرآباد جیل میں قید تھے اوران پر غداری کا مقدمہ چلایا جا رہا تھا۔ایسے میں سردار عطاء اللہ مینگل کے

بڑے بیٹے اسد مینگل بلوچستان میں جاری فوجی آپریشن کے خلاف پرامن احتجاج کر رہے تھے۔اس احتجاج کو دبانے کے لئے فوج نے اسد مینگل اوران کے دوست کواغوا کرنے کے بعد تشدد کر کے بیدردی سے قتل کر دیا۔ واقعہ کچھ اس طرح پیش آیا کہ 6 فروری 1976ء کو اسد مینگل اپنے دوست احمد شاہ کرد کے ساتھ کار میں جا رہے تھے کہ کراچی میں محمد علی سوسائٹی کے علاقے سے فوج کی ایجنسیوں نے پہلے ان کی گاڑی پر فائرنگ کی اور پھر زخمی حالت میں ان دونوں کوحراست میں لے کر چلے گئے ۔ اہل خانہ نے بہت احتجاج کیالیکن حکومت اورسرکاری ایجنسیوں نے اسد مینگل اوراس کے دوست کو حراست میں لینے کی تردید کی ۔ بتایا یہی جاتا ہے کہ اسد مینگل اوراس کے دوست احمد شاہ کردکوفوج نے حراست میں تشدد کر کے قتل کر دیا تھا اور ان کی لاشیں بھی غائب کر دی گئیں ۔فوجی اسٹیبلشمنٹ سے قریبی تعلق رکھنے والے صحافی حامد میر کے مطابق اسے سابق آرمی چیف جنرل ٹکا خان نے ایک موقع پر بتایا کہ اسد مینگل اوراس کے دوست کوفوج نے کراچی میں میر بلخ شیر مزاری کے گھر سے اٹھایا تھا اور ٹھٹھہ کے قریب کسی مقام پر قتل کر دیا تھا اورانہیں جلد بازی میں وہیں دفنا دیا تھا۔

10 فروری 2012ء کو آئی ایس آئی کے سابق سربراہ جنرل حمید گل نے ایک ٹی وی ٹاک شو میں اعتراف کیا کہ ’’ عطاء اللہ مینگل کا بیٹا اسد مینگل بھٹوحکومت کے دور میں تفتیش کے دوران مارا گیا تھا‘‘۔ یہ انتہائی ظالمانہ واقعہ تھا، نہ صرف یہ کہ اسد مینگل اوراس کے دوست کو بیدردی سے قتل کر دیا گیا بلکہ انکی لاش تک ورثاء کونہیں دی گئی ۔

ذوالفقار علی بھٹو کا بلوچ دشمن کردار

پیپلز پارٹی کے بانی ذوالفقار علی بھٹو اگرچہ خود کو ایک عوامی لیڈر کہلاتے تھے لیکن انہوں نے پاکستان کی عوامی سیاست خاص طور پر تمام مظلوم قوموں کے حقوق کی ہر جدوجہد کو فوج کے ساتھ ملکر کچلنے کا عمل کیا۔ پیپلز پارٹی اپنے قیام کے ساتھ ہی پرواسٹیبلشمنٹ جماعت کا کردار ادا کرتی رہی ہے۔ ذوالفقار علی بھٹو، جنرل ایوب خان کی فوجی حکومت میں وزیر خارجہ تھے۔انہوں نے جنرل ایوب خان کے زمانے میں بلوچستان میں کیئے جانے والے فوجی آپریشن کی حمایت کی تاکہ فوجی جرنیلوں کی خوشامد کر کے اقتدار کے ایوانوں میں رسائی حاصل کی جاسکے۔ اس میں وہ کامیاب بھی ہوئے اور جنرل ایوب خان کی فوجی حکومت میں وزیر خارجہ کے منصب پر فائز ہوئے۔ جنرل ایوب خان کی فوجی حکومت نے جب مشرقی پاکستان کی عددی اکثریت کو اقلیت میں بدلنے کے منصوبہ کے تحت مغربی پاکستان کے تمام صوبوں اور وفاقی اکائیوں کی جداگانہ حیثیت کو ختم کرتے ہوئے انہیں یکجا کر کے ون یونٹ بنایا، جس میں بلوچستان کی خودمختاری کو بھی سلب کیا گیا تو بھٹو نے فوجی حکومت کے اس ظالمانہ اقدام کی بھی حمایت کی۔

بھٹو نے جنرل ایوب خان کے بعد جنرل یحیٰ خان کی فوجی حکومت کی نمائندگی کرتے ہوئے عوام دشمن کردار ادا کیا اور مشرقی پاکستان کے ساتھ ساتھ بلوچستان کے بارے میں بھی فوج کی ظالمانہ پالیسی پر عمل جاری رکھا۔ مشرقی پاکستان میں بنگالی عوام کے خلاف فوج کشی کی بھرپور حمایت کی ۔ اس پالیسی کے نتیجے میں مشرقی پاکستان علیحدہ

ہو کر بنگلہ دیش بن گیا اور فوج نے باقی ماندہ ملک کا اقتدار بھٹو کے حوالے کر دیا۔ 1972ء میں بھٹو سول مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر بنا۔

1973ء میں ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت نے فوج کے منصوبہ کے تحت ملک کے خلاف سازش کا الزام لگا کر صوبہ سرحد اور بلوچستان میں نیپ کی صوبائی حکومتوں کو برطرف کر دیا اور بلوچ رہنماؤں غوث بخش بزنجو، وزیر اعلیٰ بلوچستان سردار عطاء اللہ مینگل، میر گل نصیر خان، نواب خیر بخش مری، غوث بخش بزنجو کے بیٹے بزن بزنجو، نیپ کے رہنما خان عبدالولی خان، خان امیر زادہ خان، سید محمد کشور گردیزی، حبیب جالب اور دیگر رہنماؤں کو گرفتار کر لیا گیا۔ بھٹو حکومت نے تمام رہنماؤں پر غداری کا مقدمہ بھی چلایا۔

بھٹو دورِ حکومت میں 1976ء میں سردار عطاء اللہ مینگل کے بڑے بیٹے اسد مینگل کو بلوچستان میں جاری فوجی آپریشن کے خلاف پرامن احتجاج کی پاداش میں اغوا کرنے کے بعد تشدد کر کے بیدردی سے قتل کر دیا گیا۔ بلوچستان میں حریت پسندی کو دبانے کے لئے بھٹو دورِ حکومت میں بلوچستان کے عوام پر جو ریاستی مظالم ڈھائے گئے وہ تاریخ کا حصہ ہیں جن سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

نواب اکبر خان بگٹی

سینئر سیاست دان، بزرگ رہنما نواب اکبر خان بگٹی بلوچستان کے ایک بڑے اصول پسند رہنماء تھے، ان کا انداز مصالحانہ تھا، انہوں اپنے مصالحانہ رویے کے ذریعے بہت کوشش کی کہ بلوچستان کے زخموں پر مرہم رکھا جائے۔ انہوں نے اس مقصد کے لئے

جمہوری راستے بھی اختیار کئے اور بلوچستان کے حقوق کے لئے ایک طویل جمہوری جدوجہد بھی کی۔انہوں نے جمہوری وطن پارٹی کی بنیاد ڈالی اوراس کے تحت عام انتخابات میں حصہ بھی لیا۔نواب اکبر بگٹی بھٹو دورحکومت میں بلوچستان کے گورنراور بعد میں وزیراعلیٰ بھی رہے۔انہوں نے وفاق کے ساتھ ہمیشہ ہرطرح کا تعاون کیا۔وہ وفاق کے ساتھ مصالحت اور پرامن طریقے سے معاملات کوحل کرنے کے حامی تھے۔انہوں نے اپنے پرامن طریقے سے بلوچستان کے معدنی وسائل مثلاً سونا ،تیل ،گیس ، چاندی ،مہنگے پتھر اوردیگر معدنیات میں بلوچستان کی رائلٹی کے حصول کے لئے پوری کوشش کی۔3 جنوری 2005ءکوایک بلوچ بیٹی ڈاکٹرشازیہ خالدکوایک فوجی افسرکیپٹن حماد کی جانب سے زیادتی کانشانہ بنائے جانے کاواقعہ ہواتونواب اکبر بگٹی نے اس واقعہ پرشدیداحتجاج کیااوراس بچی کوانصاف دلانے کیلئے سخت مؤقف اختیارکیا۔نواب اکبر بگٹی فوج کی زیادتیوں کے خلاف کھل کرآواز اٹھانے لگے۔معاملہ شدت اختیارکرتا گیاتوایم کیوایم اور پارلیمنٹ میں موجوددیگر جماعتوں کی جانب سے بلوچستان کے معاملے کوافہام وتفہیم کے ذریعے حل کرنے کے مطالبات کئے جانے لگے۔مطالبات زورپکڑےتواس وقت کی حکومت نے چوہدری شجاعت حسین اورمشاہدحسین سیدکی سربراہی میں سینیٹ کی کمیٹی نواب اکبر بگٹی کے پاس بات چیت کے لئے بھیجی۔نواب اکبر بگٹی نے حکومت کی جانب سے آنے والے تمام وفود سے ملاقاتیں کیں اورمعاملے کو پرامن طریقے سے حل کرنے کی ہرممکن کوشش کی۔نواب اکبر بگٹی نے حکومت کے سامنے 15 نکاتی مطالبات رکھے جن میں بلوچستان کے وسائل پرصوبہ کامکمل کنٹرول اوردیگراہم مطالبات شامل تھےلیکن ان مطالبات پرتوجہ دینے اورمسئلہ کوپرامن طریقے سےحل کرنے کے بجائےفوج کی جانب سےنواب اکبر بگٹی

کے حامی بلوچ عوام کو ریاستی مظالم کا نشانہ بنانا شروع کر دیا گیا۔ ڈیرہ بگٹی اور آس پاس کے علاقوں پر فوج کے مظالم بڑھنے لگے، یہاں تک کہ ڈیرہ بگٹی پر ہوائی جہاز سے بم گرائے جانے لگے، توپوں سے حملے ہونے لگے اور ڈیرہ بگٹی پر حملہ کرنا روز کا معمول بن گیا۔ 11 جنوری 2006ء کو ڈیرہ بگٹی کے علاقے لوپ میں فوج کی جانب سے کی جانے والی بمباری کے نتیجے میں 12 معصوم بچے، عورتیں اور بزرگ جاں بحق ہو گئے۔ ان پر فوج کے حملے بڑھتے گئے، ان کے لوگ مارے جاتے گئے، فوج کے بڑھتے ہوئے مظالم کو دیکھ کر نواب اکبر بگٹی صاحب بھی مجبور ہو گئے کہ وہ مسلح جدوجہد کریں۔ لہٰذا وہ بھی اپنے بزرگوں کی روایت قائم رکھتے ہوئے پہاڑوں پر چلے گئے۔ نواب اکبر بگٹی بات چیت کے ذریعے مسئلہ حل کرنا چاہتے تھے اور انہوں نے اس کیلئے پوری کوشش کی لیکن فوج نے ہمیشہ دھوکہ دیا، فوج کو ان جیسے صلح جو اور مفاہمانہ سوچ رکھنے والے بزرگ رہنماء پر بھی کوئی رحم نہیں آیا۔ 6 اگست 2006ء کو فوج نے بھنبھور کے علاقے شل غری میں پہاڑیوں پر بڑے پیمانے پر بمباری شروع کر دی اور اس آپریشن میں 73 سالہ نواب اکبر بگٹی اور ان کے کئی قریبی ساتھیوں کو شہید کر دیا گیا۔

نواب اکبر بگٹی وفاق کا احترام کرتے تھے، وہ قائداعظم محمد علی جناح کے رفیقوں میں سے تھے لیکن ایسے بزرگ رہنما کو بھی اسٹیبلشمنٹ نے غدار کہہ کر مار دیا۔ اس طرح وہ بلوچ جو حقوق کے حصول کے لئے جمہوری راستہ اختیار کرنا چاہتے تھے انہیں بھی فوج نے دیوار سے لگا دیا، جیسے مجھے لگا دیا گیا۔ کاش کہ فوج سیاسی و انتظامی معاملات میں مداخلت سے باز رہتی اور مجھ جیسے جمہوری اور عوامی رہنماؤں کو کام کرنے کی آزادی میسر ہوتی تو میں خدا کی قسم پاکستان کو امریکہ، برطانیہ جیسا نہ سہی، ان جیسا ملتا جلتا ملک بنا چکا ہوتا۔ نہ

میں خود چوری کرتا اور نہ ہی فوج کو کرنے دیتا اور پاکستان کرپشن سے فری سوسائٹی بن جاتا۔

نوابزادہ بالاچ مری

نوابزادہ بالاچ مری ممتاز بلوچ حریت پسند رہنما سردار خیر بخش مری کے صاحبزادے تھے جو اپنے والد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بلوچستان کی آزادی کیلئے جدوجہد کر رہے تھے، انہوں نے اس مقصد کیلئے تمام تر جمہوری راستے اختیار کئے۔ وہ 2002ء کے عام انتخابات میں بلوچستان اسمبلی کے رکن بھی منتخب ہوئے لیکن اگست 2006ء میں نواب اکبر بگٹی کی شہادت کے بعد انہوں نے مسلح مزاحمت شروع کر دی۔ اس سلسلے میں وہ افغانستان چلے گئے اور وہاں سے مزاحمتی جدوجہد جاری رکھی۔ 21 نومبر 2007ء کو ایک مسلح حملے میں انہیں شہید کر دیا گیا۔ ان کی شہادت سے بلوچستان کی آزادی کی مسلح جدوجہد کو ایک زبردست دھچکا لگا۔ نوابزادہ بالاچ مری بھی اپنے والد کی طرح آخری سانس تک بلوچستان کی آزادی کی جدوجہد کرتے رہے۔

''ہمیں پیار ہے پاکستان سے'' مگر کیسے؟

6 ستمبر آرہی ہے اور فوج کی جانب سے میڈیا پر یہ نغمے چلائے جا رہے ہیں کہ ''ہمیں پیار ہے پاکستان سے''یعنی زبردستی منہ سے کہلوا رہے ہیں۔ ویسے تو اپنے ملک سے ہر کسی کو پیار ہوتا ہے لیکن جب ملک پر فوج کا قبضہ ہو اور عوام غلام ہوں تو کسی کو ملک

سے پیار نہیں ہوسکتا کیوں کہ فوج پاکستان کی ہے، پاکستان فوج کیلئے نہیں ...... پاکستان فوج نے نہیں عوام نے بنایا تھا...... پاکستان عوام کیلئے قائم کیا گیا تھا......جمہوریت کیلئے بنایا تھا۔ اگر جمہوری نظام ہوگا، فوج کا عمل دخل نہیں ہوگا تو ایسے پاکستان سے الطاف حسین کو بھی پیار ہوگا...... بلوچوں سمیت ہر کسی کو پیار ہوگا ...... جہاں بلوچستان آزاد ہوگا......آپ یا تو بلوچستان کو ان کا حق دیں......بلوچستان کی زمین کا فیصلہ الطاف حسین نہیں کرسکتا بلوچ عوام کریں گے ...... بلوچ عوام مائیں بہنیں بیٹیاں نوجوان کریں گے ۔لیکن اگر کسی قوم کو غلام بنایا جائے اور زبردستی کہلوایا جائے کہ ''ہمیں پیار ہے پاکستان سے''۔ جہاں فوج کی روایت ہے کہ لوگوں کو پکڑ کر لاپتہ کرو ...... انہیں قتل کرو......ان کی قبریں بناؤ...... ماؤں کے لال چھین کر ان کی مسخ شدہ لاشیں سڑک پر پھنک دو...... کیوں کہ ہمیں پیار ہے پاکستان سے......مہاجروں کو......سندھیوں کو پختونوں کو قتل کرو...... غائب کرو......ان پر جھوٹے مقدمات بناؤ......انہیں غدار کہہ کر قتل کردو...... جو صحافی بھی سچ لکھے اسے قتل کردو ......اور پھر سب مل کر گاؤ کہ ''ہمیں پیار ہے پاکستان سے'' کیونکہ فوج کہہ رہی ہے۔ یہ ماؤں بہنوں کا آسرا چھینیں ...... ان کے بھائیوں اور بچوں کو قتل کرکے ماؤں بہنوں کو بے سہارا کردیں ...... بوڑھے والدین کے بڑھاپے کی لاٹھی چھین لیں ...... اور ٹی وی پر گانا گاؤ کہ ''ہمیں پیار ہے پاکستان سے''۔ کیا ریاستی مظالم اور بندوق کی نوک پر کسی کو پاکستان سے پیار کرنے پر مجبور کیا جاسکتا ہے؟ ریاستی مظالم سے لوگوں کے دلوں میں محبت نہیں بلکہ نفرت جنم لیتی ہے۔

فوج کی سیاسی معاملات میں مداخلت

بدقسمتی سے پاکستان میں سیاسی معاملات میں فوج کی مداخلت اس حدتک ہے کہ یہ سیاسی جماعتوں کی توڑ پھوڑ کرائیں، ان میں تقسیم کرائیں، لوگوں پر دباؤ ڈال کرانہیں وفاداریاں تبدیل کرنے پر مجبور کریں، انہیں دوسری جماعتوں میں شامل کرائیں، جعلی الیکشن کرائیں......لوگوں سے زبردستی ووٹ ڈلوائیں ...... سیاسی کارکنوں کو کھلی دھمکیاں دیں کہ ''اگر اپنی پارٹی چھوڑ کرتحریک انصاف میں عمران خان کے ساتھ شامل نہیں ہوئے تو بیوی بچوں سمیت اخبارات میں خبر آئے گی، روز خبر آتی ہے کہ بیوی بچوں کی لاشیں ملی کیسے ملیں، کیسے نہیں ملیں پھر شکایت مت کرنا''۔ جہاں فوج بندوق دکھا دکھا کرتحریک انصاف میں لوگوں کو شامل کرائے اور بتائے کہ یہ ہے نیا پاکستان۔

ملک کے ایک ایک بچے کو معلوم ہے کہ یہ جعلی حکومت ہے......جعلی صدر......جعلی وزیر اعظم......جعلی فوج کے کرپٹ جرنیل......میں ایماندار فوجی جرنیلوں اور افسران کو سیلوٹ کرتا ہوں ......لیکن میں کرپٹ فوجی جرنیلوں پر لعنت بھیجتا ہوں......سیاست میں فوج کے عناصر کی مداخلت پر لعنت بھیجتا ہوں......فوج کے جو جرنیل اور افسران سیاست میں حصہ لینے کو اپنے حلف سے غداری سمجھتے ہیں میں انہیں سیلوٹ کرتا ہوں۔ جن فوجیوں نے سیاست میں حصہ لیا......سیاست میں دخل اندازی کی اور معصوموں کا ماورائے عدالت قتل کیا انہوں نے اپنے حلف سے غداری کی۔ لہٰذا فوج والو! تم اللہ کے آگے معافی کے طلب گار بنو اور یہ عہد کرو کہ ہم آئندہ سیاست میں حصہ نہیں لیں گے......ہم اپنے حلف سے غداری نہیں کریں گے۔

انصاف کہاں ہے؟

بلوچ بھائیوں، ماؤں ، بہنوں ، بیٹیوں ! بلوچوں ، پختونوں اور مہاجروں کا قتل عام کرنے والے راؤ انوار کو چھوڑ دیا گیا۔ یہ ہے پاکستان کی عدالت...... یہ ہے چیف جسٹس کا انصاف...... عدلیہ کا انصاف ...... ہزاروں بے گناہ معصوم لوگوں کا ماورائے عدالت قتل کرنے والے راؤ انوار کو فوج، آئی ایس آئی نے اپنے بنگلوں میں رکھا......نقیب اللہ محسود پر جرگے ہوئے ...... پی ٹی ایم بنی...... وہ کہاں ہے؟......نقیب اللہ محسود کے جرگے والے کہاں چلے گئے ......پختون بھائیوں آپ کیوں خاموش ہو گئے؟......ایماندار بہادر بلوچوں نے کتنی جانیں دی ہیں...... مہاجروں نے کتنی جانیں دی ہیں...... تمہارے پختونوں نے بھی بڑی جانیں دی ہیں......ان کو آئی ڈی پیز بنایا گیا...... ہزاروں آج بھی آئی ڈی پیز بنے ہوئے ہیں۔آج بھی قبائلی علاقوں میں بے گناہ پختونوں کو قتل کیا جا رہا ہے۔

حریت پسندوں کو شاباش

عزیز تحریکی ساتھیو! ......میں سائنس کا طالب علم ہوں، تاریخ میرا سبجیکٹ نہیں ہے لیکن بعض اوقات اللہ تعالی کسی انسان کو ایسے مقام پر لا کھڑا کر دیتا ہے جہاں وہ کچھ کرنا پڑتا ہے کہ جو اس کا سبجیکٹ ہوتا ہی نہیں۔ میں نے بلوچستان کی تاریخ بیان کرنے کی اپنی سی کوشش کی ہے۔ یقینا مجھ سے غلطیاں ہوئی ہوں گی۔ کہیں کوئی غلطی ...... کہیں تاریخ میں

اونچ نیچ ہو جائے تو میں معذرت چاہتا ہوں۔ آپ پہلے کی طرح مجھے لکھ کر بھیج دیں میں اصلاح کرلوں گا۔

میں آج تیسرے لیکچر کا اعلان کرتا ہوں اور اس سلسلے کو جاری رکھوں گا۔ آئندہ لیکچر میں بتاؤں گا کہ فوج بلوچوں کے گاؤں پر چینیوں کا قبضہ کیسے کروا رہی ہے۔ تیسرا لیکچر انشاء اللہ جہاں آج ختم کیا ہے وہاں سے شروع کریں گے۔ میں ایک ایک بلوچ بیٹے بیٹی بہن بھائی حریت پسند جوان بہادر، جی دار جو بلوچ ہے وہ میرا بھائی ہے بزدل میرا کوئی بھائی نہیں ہوسکتا۔

شاباش...... شاباش...... بہادر حریت پسندوں شاباش ......اللہ تمہیں سلامت رکھے ...... اپنی امان میں رکھے۔ آمین

ہاتھ ملاؤ گے...... ہاتھ ملائیں گے

فوج والو! آج ہر کسی کا ایک ہی نعرہ ہے،

ہاتھ ملاؤ گے...... ہاتھ ملائیں گے
گلے ملو گے...... گلے ملیں گے
دل سے ملو گے......دل سے ملیں گے
پیار کرو گے...... پیار کریں گے
وفا کرو گے......وفا کریں گے

جفا کرو گے...... جفا کریں گے

کرم کرو گے...... کرم کریں گے

ستم کرو گے...... ستم کریں گے

ہم آدمی ہیں تمہارے جیسے

جو تم کرو گے...... وہ ہم کریں گے

خدا حافظ

☆☆☆☆☆